شیخ الحدیث مولانا الطاف الرحمان صاحب حقانی بنوی

پیر رومی مرشد روشن ضمیر

انسان نہ صرف اپنی ظاہری ھئیت اور شکل وصورت میں احسن تقویم اور قدرت کا تخلیقی شاہکار ہے بلکہ اپنے باطنی امکانات اور مضمرات کے اعتبار سے بھی ایک محیر العقول خزینہ اسرار اور گنجینہ کمالات ہے۔ " الذین جاھدوا فینا لنھد ینھم سبلنا " کے وعدہ الہیٰ کے بموجب مطالعہ قدرت کے نتیجے میں سائنسی ترقی کی بنیاد پر جہاں اس عملی ترکتازیاں انسانی دنیا کے معلوم ومعروف حدود کو عبور کررہی ہیں وہاں عبودیت اور تعلق مع اللہ کے بل بوتے پر اسکی روحانی حوصلہ مندیاں دائرہ امکان کے آخری سرحدوں کو روندتی ہوئی رفعت سرائے وجوب پر دستک دیتی نظر آرہی ہیں۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے — کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اور

راہ یک گام ہے ھمت کیلئے عرش بریں — کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

گو ہر انسان کی ھئیت ترکیبی میں گوناگوں کمالات کی صلاحتیں موجود ہوتی ہیں لیکن قدرت کی حکمت بالغہ اس میں سے بعض کو بعض دوسروں کی بہ نسبت ترقی اور نشوونما کے نستباً زیادہ مواقع فراہم کردیتی ہے جن سے انکی واضح فوقیت اور غلبہ کی راہیں ھموار ہوجاتی ہیں اورانسان زندگی کی ایک خاص جہت اور سمت میں اختصاص اور امتیاز کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے اور پھر تاریخی طور پر یہی مقام اسکا تشخص قرار پاتا ہے۔ قرآنی آیت " قل کل یعمل علی شاکلته " میں اسی حقیقت کا بیان ہے اور علامہ اقبال نے رومیؒ اور رازیؒ کو اسی سرشتی تقسیم پر مبنی تاریخی تشخصات کے حوالے سے یاد کیا ہے۔

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں — کبھی سوز وساز رومی کبھی پیچ و تاب رازی

کچھ لوگ کائنات کی ہر چیز کا مطالعہ اس کی فلسفیانہ پس منظر اور طبعی خصوصیات پر دسترس حاصل کرنے کیلئے کرتے ہیں اور کچھ دوسرے لوگ انہیں چیزوں کو ان کے خالق ومالک کی صفات واجبہ قدیمہ کے آئینے کی حیثیت سے غور وفکر کا موضوع بناتے ہیں ، پہلی قسم کا مطالعہ مثلاً ارسطو وایڈیسن پیدا کرتا ہے ، جبکہ دوسری قسم کا مطالعہ جنیدؒ وبسطامیؒ کی شکلیں اختیار کرتا ہے فلسفے اور سائنس کا علمبردار پہلا طبقہ اپنے فن میں جوں جوں آگے بڑھتا ہے توں توں علمی اور عملی طور پر خالق کائنات سے دور ہوتا جاتا ہے اور مادہ پرستی کا شکار ہوتا ہے ، جبکہ لطیف ترانسانی جذبات

واحساسات سے مالا مال دوسرا طبقہ صفات الہیٰ کے انعکاس کی برکت سے خداتعالیٰ کے قریب تر اور نہ صرف انسانیت دوستی بلکہ مطلقاً مخلوق نوازی کی علامت قرار پاتا ہے ۔ علامہ اقبال اپنی معنویت سے بھرپور شہرہ آفاق شاعری کے ذریعے انہیں دو باہم متقابل جماعتوں کا فرق اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ ذکر وفکراور عقل ودل کے معنی خیز القاب وعنوانات سے انکا باربار تذکرہ کرتا ہے

مقام ذکر کمالات رومیؒ وعطارؒ — مقام فکر مقالات بوعلی سینا
مقام فکر ہے پیمائش زماں و مکان — مقام ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ
صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرائیل نے — جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ آج تک بخوبی یاد ہے ۔ استاد مرحوم علامہ عبدالحلیم زروبی صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک درس تلویح توضیح کے بعض مجالس کی پوری کی پوری ھئیت کذائی تادم تحریر لوح ذھن پر بڑی وضاحت کے ساتھ مرتسم ہے ارشاد فرمایا امام رازیؒ صاحب تفسیر کبیر کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید پر تین سو عقلی دلائل ازبر تھے کسی موقعہ پر بڑے طمطنے اور فخریہ لہجے میں اپنے استاد نجم الدین کبریٰ سے اس کا ذکر کیا ۔ دیدہ ور اور روشن بصر استاد نے بڑی بے پرواہی سے جواب دیا ۔ رازی ! " یہ دلائل تو محجوبین کیلئے ہوا کرتے ہیں " ۔ اس قصہ کی تاریخی حیثیت کیا ہے روحانی تنبیہات کس درجہ میں ممکن ہیں ۔ ان بحثوں سے قطع نظر روح قصہ بلاشبہ برحق ہے ، اسی غرض کیلئے استاد مرحوم نے نقل کیا اور اسی غرض سے آج کی اس تحریر کو ذکر کیا گیا۔ علامہ اقبالؒ علم وفقر کے عنوان سے اسی روح قصہ کو یوں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں :

علم فقیہ وحکیم فقر مسیح وکلیم — علم ہے جویائے راہ فقر ہے دانائے راہ
فقر مقام نظر علم مقام خبر — فقر میں مستی ثواب علم میں مستی ہے گناہ

تفکر کی راہ چلنے والے اکثروبیشتر راہ کھوٹی کرکے رہتے ہیں ۔ الا یہ کہ رب تعالیٰ کی عنایتیں دستگیری کیلئے آگے بڑھیں اور اختلاط ذکر کی برکتوں سے مقام اطمینان کو پالیں ۔

فقر قرآن اختلاط ذکر و فکر — فکر را کامل ندیدم جزبہ ذکر

غزالیؒ اور رازیؒ اور ان جیسی کئی دوسری تاریخی شخصیتوں کی سرگزشت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محض فکر کی وادیوں میں بھٹکتے پھرنے سے کچھ نہیں بنتا ہاں جب اس کے ساتھ عشق ومحبت کی نیازمندیاں ہمرکاب ہوئیں تو یہی سرگردان ہستیاں کس طرح چین وسکون کے زندہ جاوید پیکروں میں تبدیل ہوئیں ۔

عطارؒ ہو رومیؒ ہو رازیؒ کہ غزالیؒ ہو — کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

مولانا رومؒ آسمان امت پر اختلاط ذکر وفکر کا ایک بہت روشن اور درخشاں ستارہ ہے ۔ ساتویں صدی ھجری تک پہنچتے پہنچتے سارا عالم اسلام عقلیات کے شور وشغب سے گونج رہا تھا ۔ یونانی فلسفہ تشکیک کے دفاع میں ابوالحسن اشعریؒ وغیرہ نے جس برھانی علم کلام کی طرح ڈالی تھی گو اپنے وقت میں دشمنان دین کے خلاف ایک کامیاب ہتھیار ثابت ہوا تھا لیکن رفتہ رفتہ اس نے مقصودیت کی شان اختیار کرلی تھی ۔ نتیجتاً وجدانی ایمان اور اس کی سرمستیاں ناپید ہوچکی تھیں بلاشبہ بحث وتکرار کے میدانوں میں تو اسلامی اعتقادی فتح مندیوں کے پھریرے بڑی شان وشوکت کے ساتھ لہرا رہے تھے اور علم ویقین کی حدتک اسلامی احکام واعمال کا حصار بڑی مضبوطی سے جما ہوا تھا لیکن عام طور پر خود مسلمان عین الیقین اور حق الیقین کی تروتازگی اور چاشنیوں سے نابلد ہوتے جارہے تھے ، چنانچہ پورے کا پورا دین کسی درخت کے اس چوب خشک کا منظر پیش کررہا تھا جس کے رگ رگ سے نمی اور طراوت رخصت ہوچکی ہو اور کسی بھی ابرنسیاں کے چھینٹوں اور بادبہاری کے جھونکوں سے اس کی شادابی اور بارآوری کی امیدیں دم توڑچکی ہوں ۔ اندریں حالات قدرت کی فیاضیوں اور مہربانیوں نے پیکر محسوس کے خوگر مسلمانوں میں عشق ومستی کا ذوق وشوق پیدا کرنے کیلئے اسی دور کی ایک ایسی شخصیت کو لاکھڑا کیا جو خود بھی دوسرے ابنائے عصر کی طرح مادی ناز ونعم اور علوم ظاہریہ کی دھوم دھام میں کھویا ہوا تھا اور اسی کو دینداری کا بہت بڑا کارنامہ سمجھ رہا تھا ۔ مولانا رومیؒ کی ابتدائی زندگی کے خاکے میں کوئی خاص رنگینی نظر نہیں آتی ہے بلاشبہ اپنے دور کے بہت بڑے عالم اور درس وفتاویٰ کے مسند نشین تھے اور جیسا کہ عام طور پر ظاہریت کی اس روش کا لازمی تقاضا اور نتیجہ ہے ۔ مولانا بھی استدلال اور استنتاج کے معلوم ومعروف اور دیکھے بھالے اسلوب کے پابند تھے لیکن اچانک قسمت نے یاوری کی اور شمس تبریز کی صورت میں حقائق دینی کے ایک رمزشناس اور لذت آشنا سے سابقہ پڑا ۔ طبیعت میں عشق ومحبت اور سوزوگزار کا بنیادی مادہ اچھے خاصے مقدار میں موجود تھا پس جیسے ہی اس بارود کو شتابہ دکھایا گیا ایک زور دار دھماکہ ہوا جس نے نہ صرف اپنے زمانے کو ھلاکر رکھ دیا بلکہ آج تک اس کے جھٹکے محسوس کئے جارہے ہیں۔ شمس تبریز جیسے مرد خدا کی صحبتوں نے آناً فاناً اسے ظاہریت سے پھرکر بحر حقیقت کا غواص اور شناور بنا دیا ۔ مولانا رومؒ کے تاریخی حالات شاھد ہیں کہ اسے عام طور پر اپنے اندرونی سوزومستی کی طغیانی وفراوانی کےلئے کسی بیرونی عامل ومحرک کی ضرورت پڑتی تھی ۔ مولانا زندگی کے مختلف ادوار میں شمس تبریز ، صلاح الدین زدکوب اور چلپی حسام الدین سے بےحد مانوس رہے انکی معیت اور رفاقت میں وہ بڑے مطمئن اور پرسکون رہا کرتے تھے لیکن ان کی جدائی کے آنات ولمحات مولانا پر بڑے شاق گزرتے تھے وہ محبت کی حرارت اور گرمی سے تڑپ اٹھتے اور اپنے داخلی

سوزو درد کو الفاظ کے قالب میں ڈھالنے لگتے ۔ مولانا کی شہرہ آفاق مثنوی انہیں گھڑیوں کی پیداوار ہے جس کی تاثیر نے امت کو سب سے زیادہ متاثر کیا اور ایک طویل عرصے تک عشق الہیٰ کے محفلوں کو گرم اور آباد رکھا ۔

مولانا نے مثنوی میں قرآنی اسلوب کا اتباع کیا اور دین کے بے شمار دقیق اور عمیق حقائق کو تشبیہ و تمثیل کے ایسے پرتاثیر پیرائے ہی پیش کیا کہ جس نے بیک وقت عقل اور وجدان دونوں کو قائل کر کے چھوڑا ۔ مولانا عشق الہیٰ کو بندہ مؤمن کا کل سرمایہ حیات سمجھتے اور باور کراتے ہیں ۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں ۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے من اے طبیب مجلہ علتھائے من

اے تو افلاطون وجالینوس من اے دوائے نحوت و ناموس من

انقلاب اموالی کے بعد مولانا رومؒ کو نہ صرف دنیا اور اہل دنیا سے دلچسپی باقی نہ رہی بلکہ دنیا داروں سے نفور رہا ۔ مجاہدات دریاضات اور بالخصوص ذکر وصلاۃ کی جلوہ سامانیوی نے زھدوقناعت اور خلوت ویکسوئی کا ملکہ راسخہ پیدا کیا جس سے اس کی باطنی صلاحیتیں خوب خوب پروان چڑھیں اور زندگی کی آخری لمحات تک روبہ ترقی رہیں ۔ دین وایمان کی تعبیر و تفہیم میں تشبیہ واستعارے کے جس بلیغ انداز کا مولانا نے آغاز فرمایا خود ہی اس کا خاتم بھی قرار پایا اس سلسلے میں ان کے بعد کوئی بھی اس کا سچا نائب وجانشین اور خلف السعید ورشید پیدا نہ ہوا ۔

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے وھی آب وگل ایراں وھی تبریز ہے ساقی

ہاں ان کی وفات کے صدیوں بعد برصغیر پاک وہند میں انہیں کے گلشن حقیقت کا ایک نمائندہ اقبالؒ کی صورت میں نمودار ہوا ، جنہوں نے اپنے دوررس اور پرشوکت شاعری سے کم ازکم نظری طور پر ان کے مشن کو خاصی تقویت پہنچائی ۔ اقبالؒ جابجا مولانا کو پیررومی اور اپنے آپ کو مرید ہندی کے لقب سے یاد کرتا ہے اور سوال جواب کے پیرائے میں بہت گہرے اور غامض حقائق سے پردے اٹھاتا ہے وہ خود کو کسی ذھنی تحفظ کے بغیر بڑے فخر کے ساتھ مثنوی کے فیض صحبت کا ثمرہ اور اسی کے نشانات راہ کا جویاقرار دیتا ہے ۔

پیر رومی مرشد روشن ضمیر کاروان عشق ومستی را امیر

منزلش برتر زماہ و آفتاب خیمہ را از کہکشاں سازد طناب

نور قرآن درمیان سینہ اش جام جم شرمندہ از آئینہ اش

ازنئے آں نے نواز پاک زاد بازشورے درنہاد من فتاد